ڈک چینی: اذیت رسانی کی امریکی تاریخ کا احیاء

کیا مارے جانے والے جانور کے بچوں کو مطلع کیا جاتا ہے؟

مہذب معاشرے کا ایک بنیادی اصول یہ ہوتا ہے کہ Ends do not justify means یعنی مقاصد ذرائع کو حق بجانب نہیں قرار دے سکتے۔ یہ تو لفظی ترجمہ ہوا۔ اس جملے کی روح یہ ہے کہ آپ کے مقاصد خواہ کتنے ہی اعلیٰ اور ارفع کیوں نہ ہوں آپ ان کے حصول کے لیے کوئی بھی طریقہ استعمال کرنے کو درست قرار نہیں دے سکتے۔ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے طریقے بھی اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں اور ان کی بنیاد ہر قوم کے قانون پر رکھی جاتی ہے۔ کسی ملزم سے سچ اگلوانے کے لیے جسمانی اذیت دینا خلاف قانون ہوتا ہے۔ آمرانہ حکومتیں بھی کوئی کام خلاف قانون نہیں کرتی ہیں۔ نازیوں نے جو مظالم کیے وہ بھی جرمن قانون کے تحت تھے۔ کمیونسٹ حکومتیں جو مظالم کرتی تھیں وہ بھی ان کے قوانین کے مطابق ہوتے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ یہ حکومتیں اجتماعی مفاد کے نام پر ظلم وستم کا بازار گرم کرتی تھیں ۔ نیم مہذب معاشروں میں ایک مقبول اصطلاح encounter killing ہے۔ پولیس والے یا سیکورٹی ایجنسیاں ملزم کو عدالت میں لے جانے سے پہلے یہ کہہ کر ہلاک کر دیتی ہیں کہ اس شخص کو قانون کے محافظوں نے اپنے دفاع میں ہلاک کیا۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ قانون کے مطابق ہونے والے ان اقدامات کے پیچھے کیا محرکات ہوتے ہیں۔ امریکہ جس کا آغاز ۹ کروڑ سرخ ہندیوں کے قتل عام سے ہوا خواہ مخواہ مہذب ملک کہلاتا رہا ہے لیکن امید ہے کہ دنیا کی آنکھیں نائب صدر ڈک چینی کے اس واضح بیان سے کھل گئی ہوں گی کہ دہشت گردی کے شک میں گرفتار کیے گئے غیر ملکی باشندوں کو جسمانی اذیت پہنچانے کے لیے دوسرے بہیمانہ معاشروں کے حوالے کرنے کا اقدام حق بجانب ہے۔ [جنگ ۷ نومبر]

امریکہ میں گزشتہ چند روز سے یہ خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ ۱۱ ستمبر کے بعد سی آئی اے نے دوسرے ممالک میں خفیہ جیل خانے بنائے ہیں جہاں دہشت گردی کے شک میں گرفتار افراد کو قید کیا جاتا ہے اور شدید جسمانی اذیت پہنچا کر اقبال جرم کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ یہ بے چارے کون ہیں، ان

کے نام کیا ہیں، رشتہ داروں کو بھی علم نہیں ہوتا کہ یہ سی آئی اے کے قیدی ہیں اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ان میں سے کتنے جسمانی اذیت کے اس بہیمانہ عمل کے دوران قتل کر دیے جاتے ہیں۔ یہ تو مقابلے میں مار دینے سے بھی بدتر ہے۔ پولیس مقابلے کے قتل میں کم از کم لواحقین کو لاش تو مل جاتی ہے جس پر گریہ وماتم کر کے اپنی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔لیکن سی آئی اے کے قید خانوں میں مارے جانے والے کے لواحقین کو کبھی نہ اس کا پتہ چلتا ہے نہ لاش ملتی ہے۔ جب کوئی جانور مارا جاتا ہے تو کیا اس کے بچوں کو مطلع کیا جاتا ہے؟ مر گیا سو مر گیا۔واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق امریکی سی آئی اے کی خفیہ جیلیں یورپ کے بے شمار جمہوری ملکوں میں کام کر رہی ہیں۔

واشنگٹن پوسٹ نے ۲ نومبر کو صفحہ اول کی سرخی میں انکشاف کیا تھا کہ سی آئی اے نے مشرقی یورپ کے بعض ممالک میں خفیہ جیل خانے بنائے ہیں۔اس کے علاوہ فن لینڈ، افغانستان اور کیوبا میں امریکی بحری اڈے پر بھی اس قسم کے چھوٹے جیل خانے ہیں جہاں غیر ملکی باشندوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔انھیں کالے مقامات کا نام دیا گیا ہے۔واشنگٹن پوسٹ نے کہا ہے کہ ان سیاہ مقامات میں کون لوگ قید ہیں اور ان پر کیا طریقے استعمال کیے جاتے ہیں اس کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے اور سی آئی اے اور وہائٹ ہاؤس قومی سلامتی کا عذر پیش کر کے یہ تفصیلات بتانے سے گریز کرتے ہیں۔ جو تھوڑی بہت باتیں بتائی جاتی ہیں وہ بھی کانگریس کی خفیہ سماعتوں میں عراق میں ابوغریب جیل خانے میں قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک کے بعد وزارت دفاع نے اپنے قید خانوں کے بارے میں خاصی تفصیلات جاری کی ہیں لیکن سی آئی اے کے قید خانے اتنے خفیہ ہیں کہ ان کے وجود کا سرکاری اعتراف نہیں کیا جاتا۔ پوسٹ نے جو تفصیلات درج کی ہیں ان کے مطابق سی آئی اے شروع میں یہ پروگرام بنایا تھا کہ ان غیر ملکی قیدیوں کو بین الاقوامی سمندری علاقوں میں بحری جہازوں پر رکھا جائے۔ پھر زیمبیا میں ایک سنسان جزیرے کا انتخاب ہوا۔اس کے بعد اردن اور مصر کو اذیت رسانی کا ٹھیکہ دیا گیا۔اب ۴ نومبر کو ایک خبر آئی ہے کہ طیاروں کی آمد و رفت کی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ مشرقی یورپ میں جن ممالک کو استعمال کیا جا رہا ہے ان کے نام ہیں پولینڈ اور رومانیہ۔ان ممالک کے نام امریکہ کی جانب سے ہر سال انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کی رپورٹ میں شائع ہوتے ہیں اور دوسری طرف ان ملکوں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے کی مہارت کی وجہ سے انسانوں کو جسمانی اذیت پہنچانے کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔

ہیومن رائٹس واچ (HRW) نے بھی تصدیق کی ہے کہ امریکی خفیہ جیلیں پولینڈ اور رومانیہ میں موجود ہیں تشدد اور دہشت گردی کے امور سے متعلق اقوام متحدہ کے خصوصی مشیر manfred Nowak نے یورپی یونین، کونسل آف یورپ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ دنیا بھر میں خفیہ امریکی جیلوں کے الزامات کی وسیع پیمانے پر تحقیقات کریں واشنگٹن پوسٹ اور واچ کی رپورٹوں کی روشنی میں سی آئی اے کی ان غیر انسانی حرکات کی تحقیقات

فی الفور ضروری ہیں۔[اے ایف پی ۷نومبر تمام اہم انگریزی اخبار] امریکی نائب صدر ڈک چینی کے بیان اور واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد دنیا بھر میں حیرت کا اظہار کیا جارہا ہے کہ امریکہ کو کیا ہو گیا ہے؟ امریکہ جو انتہائی مہذب اور انسانی حقوق کا علمبردار ملک تھا کیا کر رہا ہے؟ یہ تشویش، اس بات کی مظہر ہے کہ دنیا کے تمام دانشور دانستہ یا نادانستہ طور پر امریکی قوم کی سفاک تاریخ سے ناواقف ہیں یہ بے وقوف دانش ور بنیادی حقوق کے فلسفے کی اصل حقیقت سے بھی آگاہ نہیں ہیں یہ دانشور مغربی فکر و فلسفے میں ''انسان'' کی تعریف سے بھی لا علم ہیں اگر یہ جاہل دانشوران تمام امور سے واقف ہوتے تو ان کو امریکی اقدامات جارحیت سفاکی پر حیرت نہ ہوتی مغربی فکر و فلسفے کے تحت انسان وہ ہے جو مغربی اقدار اور روایات پر یقین رکھتا ہے جو ان روایات کو تسلیم نہیں کرتا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔ بنیادی حقوق محض اس انسان کو تحفظ فراہم کرتے ہیں جو مغربی اقدار روایات کو تسلیم کرتا ہے ان روایات کو تسلیم نہ کرنے والے جاہل وحشی اور قابل گردن زدنی ہیں اسی فلسفے کے تحت امریکہ میں وہاں کے اصل باشندوں نو کروڑ سرخ ہندیوں کا قتل عام پچاس سال میں کیا گیا اس کی تفصیلات ساحل اگست ۲۰۰۵ء کے شمارے میں شائع کر دی گئی ہیں۔ مغربی فکر و فلسفے کے حامل یورپی ممالک نے گزشتہ تین سو برسوں میں ایک ارب پچھتر کروڑ انسانوں کو قتل کیا ڈک چینی نے اگر کہا ہے کہ دہشت گردی کے شک میں گرفتار لوگوں کو اذیت دی جا سکتی ہے تو غلط نہیں کہا ڈک چینی نے امریکی تاریخ کا احیاء کیا ہے اس پر اعتراض کا کوئی جواز نہیں ہے۔ امریکی تاریخ کی اصلیت سے واقف ہونے کے لیے ساحل کے شمارہ مارچ، اپریل، مئی، اگست کا مطالعہ کیا جائے تو صورت حال واضح ہو جائے گی۔

لاس اینجلس ٹائمز نے ڈک چینی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

Cruet and degrading treatment of prisoners in US custody is an assualt on this country's values that began soon after 9/11. In some ways such chiselling away of core American beliefs is more damaging than any terrorist attack because it comes from within. The US leaders are mocking our Ideal.

لاس اینجلس ٹائمز کے مدیر نے امریکہ کی اصل تاریخ پر کس خوبصورتی کے ساتھ پردہ ڈال کر اپنی بہیمیت، سفاکی اور درندگی کو کس عمدہ طریقے سے چھپایا ہے اور انسانیت کے علمبردار کے طور پر امریکہ کا نیا چہرہ کس طرح پیش کیا ہے لیکن ٹائمز کے مدیر نے جو کچھ لکھا وہ ریاستی وفاداری کا ثمر ہے لیکن پاکستان کے دانشور مذہبی رہنما کس بنیاد پر بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ امریکہ اپنی روایات کے خلاف عمل نہ کرے۔ کیا اب بھی امریکی تاریخ پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی جائے گی؟

ساحل نومبر ۲۰۰۵ء